دینی مسئلے اور معاشرے میں رائج غلط فہمیوں سے آگاہ ہونے کے لیے مطالعہ کیجیے

اُدھار اور قسطوں کے ذریعے کاروبار سے متعلق شرعی اَحکام

مبین الرّحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

ادھار اور قسطوں کے ذریعے کاروبار سے متعلق شرعی احکام

دورِ حاضر میں ادھار اور قسطوں کے ذریعے کاروبار کرنے اور اس بنیاد پر قیمت میں اضافہ کرنے کا عام رواج پایا جاتا ہے، اس میں عموماً جہاں فروخت کرنے والے کے لیے سہولت رہتی ہے کہ اس کو ادھار کے بدلے کچھ نفع مزید میسر آجاتا ہے تو دوسری طرف خریدار کے لیے بھی بڑی سہولت ہوتی ہے کہ بسا اوقات انسان قیمت کی نقد ادائیگی کی سکت نہیں رکھتا یا کسی وجہ سے اس کے لیے نقد ادائیگی مشکل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ادھار کے طور پر قیمت کی ادائیگی کی ضرورت پیش آجاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ادھار خرید وفروخت لوگوں کی ایک بڑی ضرورت بھی ہے۔ لیکن بہت سے لوگ دین کے دیگر احکام کی طرح اس ادھار طریقہ تجارت کے اہم مسائل سے بھی ناواقف رہتے ہیں، اور اسی غفلت کے نتیجے میں متعدد غلطیوں کا شکار ہو کر شریعت کی خلاف ورزی کے مرتکب نظر آتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت بھی سامنے آتی ہے جب ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے تو اس میں بھی شرعی احکام سے لاعلمی کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کو سود ہی کی ایک شکل قرار دے کر اس کو حرام سمجھتے ہیں، خصوصاً وہ حضرات جو ادھار اور قسطوں کے ذریعے کیے جانے والے کاروبار سے وابستہ ہیں وہ بھی اس حوالے سے پریشانی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ادھار اور قسطوں کے کاروبار سے متعلق تفصیلی طور پر شریعت کے احکام سے آگاہی حاصل کی جائے تاکہ اس سے متعلق غلطیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو جائے اور مسلمان شریعت کے مطابق کاروبار کرکے دنیا اور آخرت کی کامیابی بھی حاصل کر سکیں۔

اس تمہید کے بعد ادھار اور قسطوں کے ذریعے کاروبار سے متعلق تفصیلی احکام بیان کیے جاتے ہیں:

قیمت کی ادائیگی کے اعتبار سے عقدِ تجارت کی دو اقسام:

قیمت کی ادائیگی کے اعتبار سے عقدِ تجارت کی دو اقسام ہیں:

۱۔ نقد خرید وفروخت۔ اس کو عربی میں "البیع الحالّ" کہتے ہیں۔

۲۔ ادھار خرید وفروخت۔ عربی میں ادھار خرید وفروخت کو "البیع المؤجّل" اور البيع بالنسيئة، جبکہ قسطوں کے ذریعے خرید وفروخت کو "البیع بالتقسیط" کہا جاتا ہے۔

(ردالمحتار، درر الحکام، فقہ البیوع، اسلام اور جدید معاشی مسائل کا حل، بحوث في قضايا فقهية معاصرة)

نقد خرید وفروخت کی حقیقت:

نقد خرید وفروخت میں مبیع یعنی فروخت ہونے والی چیز اور قیمت فوری دے طور پر دی جاتی ہیں، ان میں سے کوئی بھی عوض ادھار نہیں ہوتا۔

ادھار خرید وفروخت کی حقیقت:

اس سے مراد وہ طریقہ تجارت ہے جس میں فروخت کی جانے والی چیز تو فوری طور پر دے دی جاتی ہے جبکہ اس کی قیمت ادھار طے ہوتی ہے جس کی ادائیگی باہمی رضامندی سے ایک مقررہ وقت پر کی جاتی ہے۔اسی ادھار کی وجہ سے عموماً اس چیز کی قیمت میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔

ادھار خرید وفروخت کا حکم:

ادھار یا قسطوں کے ذریعے خرید وفروخت کرنا اور اس کی وجہ سے کسی چیز کی قیمت میں اضافہ کرنا امت کے جمہور ائمہ کرام اور فقہائے عظام کے نزدیک بالکل درست ہے۔

۱۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ...(آیت: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی معین میعاد کے لیے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

(آسان ترجمہ قرآن)

2۔ خود حضور اقدس ﷺ نے بھی ایک یہودی سے ادھار کا معاملہ فرمایا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

2068: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.

(بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ)

۳۔ اسی طرح فقہ حنفی کی جلیل القدر کتاب "مختصر القدوری" کی یہ عبارت بھی واضح ہے:

وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ أَوْ مُؤَجَّلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا. (کتاب البیوع)

ترجمہ: خرید وفروخت نقد قیمت کے ذریعے بھی جائز ہے، اور ادھار قیمت کے ذریعے بھی جبکہ مدت معلوم ہو۔

۴۔ شیخ الاسلام فقیہ العصر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم "بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ" میں فرماتے ہیں:

أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثون فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد، بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم، وبثمن متفق عيه عند العقد، فأما إذا قال البائع: أبيعك نقدا بكذا ونسيئة بكذا، وافتراقا على ذلك، دون أن يتفقا على تحديد واحد من السعرين: فإن مثل هذا البيع لا يجوز، ولكن إذا عين العاقدان أحد الشقين في مجلس العقد، فالبيع جائز. (أحكام البيع بالتقسيط)

ادھار خرید وفروخت کے جائز ہونے کے لیے شرائط:

ادھار خرید و فروخت کے جائز ہونے کے لیے چند شرائط ہیں، ان کی رعایت کے بعد ہی یہ کاروبار جائز ہو سکتا ہے، شرائط درج ذیل ہیں:

۱) مجلسِ عقد ہی میں قیمت کی ادائیگی کی مدت کی تعیین ہونی چاہیے کہ اتنی مدت میں یہ قیمت ادا کی جائے گی، یا اتنی مدت بعد یہ قیمت ادا کی جائے گی۔ اگر ادھار عقد میں قیمت کی ادائیگی کی مدت طے نہ کی جائے تو ایسی صورت میں یہ معاملہ جائز نہیں کیوں کہ مدت کا طے نہ ہونا باہمی تنازع کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

مدت کی تعیین کے سلسلے میں یہ بات واضح رہے کہ مدت ایسی متعین کی جائے جس میں کسی قسم کا کوئی ایسا ابہام نہ ہو کہ جو بعد میں تنازع کا سبب بنے، بلکہ وہ جانبین کو بخوبی معلوم ہو۔

۲) اگر رقم یکمشت ادا کرنے کی بجائے قسط وار طے ہوئی ہے تو مجلسِ عقد ہی میں قسط وار رقم کی مقدار طے ہو جانی چاہیے، جیسے ہر ماہ اتنی رقم ادا کی جائے گی۔

۳) مجلسِ عقد ہی میں کسی ایک جانب بات طے ہو جانی چاہیے کہ یہ معاملہ نقد ہے یا ادھار تاکہ معاملہ صاف اور واضح ہو، کیوں کہ نقد یا ادھار میں سے کسی ایک جانب معاملہ طے کیے بغیر مجلسِ عقد برخاست کرکے الگ ہو جانا جائز نہیں، یعنی محض اتنی بات پکی کرکے اٹھ جانا کہ چلیں ٹھیک ہے: نقد لینا ہوا تو دس ہزار دے دینا اور اگر ادھار لینا ہوا تو گیارہ ہزار دے دینا؛ یہ جائز نہیں۔

۴) اگر خریدار سے قیمت یا قسط کی ادائیگی میں تاخیر ہوجائے تو اس صورت میں قیمت میں اضافہ کرنا یا بطورِ جرمانہ مزید رقم لینا جائز نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ادھار عقد کا معاہدہ یعنی ایگریمنٹ تیار کرتے وقت تاخیر پر اضافے یا جرمانے کی شرط کو معاہدے میں شامل کرنا بھی ناجائز ہے۔
۵) مجلسِ عقد میں کسی ایک عوض پر قبضہ کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اگر ادھار معاملہ اس طرح کیا کہ چیز اور قیمت دونوں ہی ادھار ہوں تو یہ جائز نہیں۔ جیسا کہ مصنف عبد الرزاق کی ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

14440: أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا الأسلمي قال: حدثنا عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال: نهى رسول الله ﷺ عن بيع الكالئ وهو بيع الدين بالدين.

اور مصنف ابن ابی شیبۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

22563: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَرِهَ كَالِئًا بِكَالِئٍ، يَعْنِي دَيْنًا بِدَيْنٍ.

(ردالمحتار، درر الحکام، فقہ البیوع، اسلام اور جدید معاشی مسائل کا حل، بحوث فی قضایا فقھیۃ معاصرۃ)

زیورات کی خرید وفروخت کی صورت میں ادھار کی قیمت میں اضافہ کرنے کا حکم:

یہاں یہ بات واضح رہے کہ ادھار کی صوت میں قیمت میں اضافہ کرنا جائز ہے لیکن اگر زیورات کو رقم کے عوض ادھار خریدا جارہا ہو تو ایسی صورت میں قیمت میں اضافہ کرنا درست نہیں، کیوں کہ لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو سود خوری کا ذریعہ بنالیں گے۔

ادھار اور قسطوں کی صورت میں زائد نفع کے جائز ہونے کی وجوہات:

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ کسی چیز کو ادھار فروخت کرنے کی صورت میں اس کی قیمت میں اضافہ کرنا شرعی اعتبار سے بالکل جائز ہے، بلکہ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، اس کی وجوہات درج ذیل ہے:
۱۔ ادھار فروخت کرنے کی صورت میں زائد نفع لینے کی قرآن وسنت میں کوئی ممانعت موجود نہیں۔
۲۔ شریعت نے تجارت میں نفع کمانے کی کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اس کو خرید وفروخت

کرنے والے جانبین کی باہمی رضامندی پر چھوڑے رکھا ہے البتہ نفع کمانے میں یہ ضروری ہے کہ جھوٹ، دھوکہ فریب اور اس طرح کے دیگر مذموم امور سے خصوصی اجتناب کیا جائے تاکہ نفع حرام کی آلودگی سے ملوث نہ ہو، اسی طرح ایک مسلمان کی یہ اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نفع کمانے میں دوسروں کی مجبوری سے غلط فائدہ نہ اٹھائے بلکہ فرد سے لے کر معاشرے تک پر آنے والے ہر قسم کے خصوصی اور عمومی نامساعد حالات میں بھی ہمدردی کا جذبہ رکھے، یہ ایک مسلمان تاجر کی پہچان ہے۔
اس لیے اگر کوئی شخص ادھار فروخت کرنے کی صورت میں نفع کا تناسب زیادہ رکھتا ہے تو شرعی نقطہ نظر سے اس میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کو حق حاصل ہے۔
۳۔ فروخت کرنے والا مارکیٹ ریٹ کا بہر حال پابند نہیں، بلکہ وہ مارکیٹ ریٹ سے کم و بیش قیمت مقرر کرکے بھی مال فروخت کرسکتا ہے، اس لیے اگر وہ ادھار فروخت کرنے کی صورت میں قیمت زیادہ مقرر کرلے تو اس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟؟
۴۔ ایک سیدھی سادھی عقلی بات یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص اپنا مال ادھار فروخت کرتا ہے تو وہ ایک خاص مدت تک کے لیے اپنی رقم دوسرے کے پاس بند کرلیتا ہے جس کی واپسی تک وہ اس رقم سے کاروبار نہیں کرسکتا اور نا ہی اس کے ذریعے وہ کچھ نفع کماسکتا ہے، حالاں کہ اگر وہ اس کے پاس ہوتی تو وہ اس سے نفع کماسکتا تھا، اس لیے جب وہ ایک مقررہ وقت تک کے لیے اپنی رقم بند کرلیتا ہے تو اس کو اس کی بنیاد پر بھی نفع کمانے کا حق حاصل ہونا چاہیے، خصوصًا جبکہ اس میں کوئی غیر شرعی معاملہ بھی نہیں پایا جارہا۔ اس لیے ادھار کی صورت میں نفع زائد مقرر کرنے کے مسئلے میں اگر اس معقول پہلو کی بھی رعایت کی جائے تو بھی کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

ادھار کی صورت میں یہ زائد نفع کس کے مقابلے میں ہے؟

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ادھار کی صورت میں جو زائد نفع لیا جاتا ہے تو یہ مدت کے مقابلے میں ہے اور مدت کے مقابلے میں نفع لینا جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ:
1۔ ادھار خرید و فروخت ایک مستقل معاملہ ہے، اور اس ادھار میں جو بھی قیمت طے ہوجائے تو وہ ایک مستقل قیمت ہے جس میں نفع کمانے کا اس کو اختیار حاصل ہے، اور ادھار کی وجہ سے جو قیمت میں اضافہ ہوا ہے یہ کسی چیز کے عوض میں نہیں بلکہ اسی اصل قیمت ہی کا حصہ ہے۔

۲۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کی مستقل طور پر خرید وفروخت جائز نہیں ہوتی لیکن اگر کسی چیز کے تابع کر کے ضمناً اس کی خرید وفروخت کی جائے تو یہ درست ہوتی ہے، جیسے گائے کے پیٹ میں موجود بچے کی مستقل طور پر خرید وفروخت تو ناجائز ہے لیکن اگر کوئی شخص اس گابھن گائے کی زیادہ قیمت اس لیے لگائے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اس صورت میں گائے میں تو یہ عقد اصالتاً یعنی مستقلاً ہے جبکہ بچے میں ضمناً ہے۔اسی طرح ادھار معاملے میں اگر اس زائد نفع کو مدت کے مقابلے میں تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ ضمناً ہے نہ کہ مستقلاً، حقیقت میں یہ نفع مدت کے مقابلے میں نہیں بلکہ مدت اس اضافے کا سبب بنی ہے، کیوں کہ قیمت اس چیز ہی کی لگائی جاتی ہے نہ کہ مدت کی، کیوں کہ ایسا تو عموماً نہیں ہوتا کہ کوئی یہ کہے کہ چیز کی قیمت اتنی ہے اور ادھار مدت کی قیمت اتنی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ادھار کی صورت میں قیمت میں اضافہ کرنا جائز ہے۔

۳۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ مدت کی بنیاد پر قیمت میں عقد کی ابتدا میں تو جائز ہے کہ جب معاملہ طے ہو رہا ہو تو ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کیا جائے (لیکن اس صورت میں یہ اضافہ اصل قیمت کا حصہ بن جاتا ہے اور جو قیمت طے ہوتی ہے وہ سب کی سب اس چیز ہی کی قیمت ہوتی ہے)، البتہ قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں مدت کی بنیاد پر جرمانہ یا اضافہ عائد کرنا جائز نہیں کیوں کہ یہ سود ہے۔ (فقہ البیوع، اسلام اور جدید معاشی مسائل کا حل، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ)

قسط کی ادائیگی میں خریدار کے ٹال مٹول سے بچنے کی صورتیں:

بسا اوقات خریدار کی جانب سے قسط کی ادائیگی میں ٹال مٹول کا سامنا ہوتا ہے جو کہ بائع کے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے تو ایسی صورتحال سے بچنے کے لیے چند جائز طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔ خرید وفروخت کے وقت خریدار سے رہن یعنی گروی کے طور پر کوئی چیز رکھ لی جائے تاکہ اس کو احساس ہو کہ اگر میں نے قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کی تو اس گروی رکھی چیز کو فروخت کر کے اس سے قیمت وصول کر لی جائے گی۔

۲۔ خرید وفروخت کے وقت خریدار سے کوئی ضامن طلب کیا جائے، اس صورت میں بھی وہ ٹال مٹول سے باز آسکتا ہے۔

ادھار خرید وفروخت میں مدت کی تعیین کی شرط سے متعلق ایک اہم وضاحت:

ماقبل میں یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ ادھار خرید وفروخت کی صورت میں مجلسِ عقد ہی میں قیمت کی ادائیگی کی مدت کی تعیین ہونی چاہیے کہ اتنی مدت میں یہ قیمت ادا کی جائے گی، یا اتنی مدت بعد یہ قیمت ادا کی جائے گی۔ اگر ادھار عقد میں قیمت کی ادائیگی کی مدت طے نہ کی جائے تو ایسی صورت میں یہ معاملہ جائز نہیں کیوں کہ مدت کا طے نہ ہونا باہمی تنازع کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آجکل تو عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ کوئی چیز دکان دار سے لے کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ قیمت بعد میں دے دیں گے، جبکہ قیمت کی ادائیگی کے لیے مدت بھی طے نہیں ہوتی۔ تو مدت طے نہ ہونے کی وجہ یہ عقد ناجائز ہوجاتا ہے، حالاں کہ اس کا رواج عام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صورت بیع مؤجّل یعنی ادھار عقد کی نہیں ہے بلکہ یہ نقد معاملے ہی کے حکم میں ہوتا ہے، جس کو "بیع حالّ" کہا جاتا ہے۔ اس بیع حالّ میں اور ادھار عقد میں ایک فرق تو یہ ہے کہ ادھار معاملے میں عقد ہی میں مدت مشروط ہوتی ہے یعنی کہ اس میں یہ طے ہوتا ہے کہ قیمت ادھار ہوگی، جبکہ اس بیع حالّ میں بنیادی طور پر تو یہ معاملہ نقد ہی کا ہوتا ہے کہ عقد میں قیمت کی ادائیگی کی مدت طے نہیں ہوتی، بلکہ ہوتا یوں ہے کہ جب قیمت دینے کی باری آتی ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ بعد میں دے دوں گا، اب اگر دکان دار اس کو قبول کرلیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے اس پر احسان کرتے ہوئے رقم نقد وصول کرنے سے گریز کیا، اب یہ دکان دار پر ہے کہ چاہے تو اس کو مدت کا پابند بنادے یا اس کو چھوٹ دے دے کہ وہ جب بھی ادا کرلے۔ اس صورت میں چوں کہ یہ ادھار بیع ہے ہی نہیں، اس لیے اس پر ادھار کا یہ حکم لاگو نہیں ہوتا کہ اس میں بھی مدت کی تعیین ضروری قرار دی جائے، البتہ اگر ادھار قیمت دینے کا ذکر عقد ہی میں مذکور ہو تو پھر تو یہ ادھار معاملہ ہی ہوگا جس میں اس کے احکام کی رعایت ضروری ہے۔

ادھار عقد اور بیع حالّ میں دوسرا فرق یہ ہے کہ ادھار میں جو مدت طے کرلی جاتی ہے تو اس کی پاسداری ضروری ہوتی ہے کہ دکان دار اس مقررہ مدت سے پہلے قیمت کا مطالبہ نہیں کرسکتا، جبکہ بیع حال میں دکان دار کسی بھی وقت مطالبہ کرسکتا ہے، اس کو اختیار حاصل ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل کا حل)

ادھار معاملات سے متعلق شریعت کا سنہری اصول:

ادھار معاملات سے متعلق شریعت نے ہمیں یہ سنہری اصول سکھلایا ہے کہ جو بھی ادھار معاملہ ہو اسے لکھ لینا چاہیے۔اس کو باہمی معاہدے کی صورت میں تحریری صورت دے کر محفوظ کرلینا چاہیے، اور معاملے کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے ٹھوس انداز میں بہتر طریقے سے معاہدہ لکھنا چاہیے، یہ معاہدہ ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہونا چاہیے،اس میں کوئی بات کم یا مبہم نہ ہو،اس کے لیے ماہرین کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں کیوں کہ معاہدہ لکھنا بھی اہم ضرورت ہے جس کے لیے باقاعدہ ماہرین بھی ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ وکالت سے وابستہ حضرات بھی اس سے بخوبی واقف ہوں ہوتے ہیں۔ہمارے حضرات فقہا کرام نے معاہدہ لکھنے کے بارے میں مکمل تفاصیل بیان فرمائی ہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ میں کتاب المحاضر والسجلات کے نام سے باقاعدہ بحث موجود ہے جس میں کافی تفصیل سے ان باتوں کو بیان کیا گیاہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے متعلق تفصیلی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

١: في «بحوث في قضايا فقهية معاصرة» لشيخ الإسلام فقيه العصر المفتي محمد تقي العثماني حفظهم الله:

فإن البيع بالتقسيط من البيوع التي قد شاع تداولها في عصرنا الحاضر في جميع البلدان الإسلامية، وهو البيع الذي يلجأ إليه كثير من الناس لشراء حاجاتهم، وتأثيث منازلهم، والتمتع بالآلات الحديثة الغالية التي لا يمكن لهم شراؤها بثمن حال. فمست الحاجة إلى بيان الحكم الشرعي لهذا البيع، وما يتفرع عليه من مسائل مختلفة....

حقيقة البيع بالتقسيط:

البيع بالتقسيط بيع بثمن مؤجل يدفع إلى البائع في أقساط متفق عليها، فيدفع البائع البضاعة المبيعة إلى المشتري حالّة، ويدفع المشتري الثمن في أقساط مؤجلة، وإن اسم (البيع بالتقسيط) يشمل كل بيع بهذه الصفة سواء كان الثمن المتفق عليه مساويا لسعر السوق، أو أكثر منه، أو أقل، ولكن المعمول به في الغالب أن الثمن في البيع بالتقسيط يكون أكثر من سعر تلك البضاعة في السوق فلو أراد رجل أن يشتريها نقدا، أمكن له

أن يجدها في السوق بسعر أقل ولكنه حينما يشتريها بثمن مؤجل....

زيادة الثمن من أجل التأجيل:

ومن هنا ينشأ السؤال: هل يجوز أن يكون الثمن المؤجل أكثر من الثمن الحال؟ وقد تكلم الفقهاء في هذه المسألة قديما وحديثا، فذهب بعض العلماء إلى عدم جوازه، لكون الزيادة عوضا من الأجل، وهو الربا، أو فيه مشابهة للربا، وهذا مذهب مروي عن زين العابدين علي بن الحسين، والناصر والمنصور بالله، والهادوية، كما نقل عنهم الشوكاني رحمه الله.

أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثون، فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد، بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم، وبثمن متفق عيه عند العقد، فأما إذا قال البائع: أبيعك نقدا بكذا ونسيئة بكذا، وافترقا على ذلك، دون أن يتفقا على تحديد واحد من السعرين، فإن مثل هذا البيع لا يجوز، ولكن إذا عين العاقدان أحد الشقين في مجلس العقد، فالبيع جائز. يقول الإمام الترمذي رحمه الله في جامعه: تحت حديث أبي هريرة رضي الله عنه: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة، وقد فسر بعض أهل العلم قالوا: بيعتين في بيعة أن يقول: (أبيعك هذا الثوب بنقد بعشرة، وبنسيئة بعشرين، ولا يفارقه على أحد البيعين، فإن فارقه على أحدهما، فلا بأس، إذا كانت العقدة على أحد منهما) وحاصل قول الإمام الترمذي رحمه الله تعالى: أن علة النهي عن هذا البيع إنما هو تردد الثمن بين الحالتين، دون أن تتعين إحداهما عند العقد، وهذا يوجب الجهالة في الثمن، وليس سبب النهي زيادة الثمن من أجل التأجيل، فلو زالت مفسدة الجهالة بتعيين إحدى الحالتين فلا بأس بهذا البيع شرعا. وإن ما ذكره الإمام الترمذي رحمه الله، هو مذهب الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء، وهو الراجح بالدليل، لأنه ليس في القرآن والسنة ما يمنع جواز مثل هذا البيع، وإن تعريف الربا لا ينطبق على هذه الزيادة في الثمن، لأنه ليس قرضا، ولا بيعا للأموال الربوية بمثلها، وإنما هو بيع محض، وللبائع أن يبيع بضاعته بما شاء من ثمن، ولا يجب عليه أن يبيعها بسعر السوق دائما، وللتجار ملاحظ مختلفة في تعيين الأثمان وتقديرها فربما تختلف أثمان البضاعة الواحدة باختلاف الأحوال، ولا يمنع الشرع من أن يبيع

المرء سلعته بثمن في حالة، وبثمن آخر في حالة أخرى.

وبالتالي: فإن من يبيع البضاعة بثمانية نقدا، وبعشرة نسيئة، يجوز له الإجماع أن يبيعها بعشرة نقدا، ما لم يكن فيه غش أو خداع، فلم لا يجوز له أم يبيعها بالعشرة نسيئة؟ وبما أن هذه المسألة متفق عليها فيما بين المذاهب الأربعة المتداولة، وبين أكثر الفقهاء والمحدثين، فلا نريد الإطالة في بيان دلائلها من الكتاب والسنة، بل نريد أن ننطلق في هذا البحث على أساس جواز هذا البيع، ونذكر بعض التفاصيل والمسائل المتفرعة على هذا الجواز.

١- الجزم بأحد الثمنين شرط للجواز:

قد تبين فيما سبق أنه لا بأس للبائع أن يذكر الأثمان المختلفة عند المساومة، فيقول: أبيعه نقدا بثمانية، ونسيئة بعشرة، وهل يجوز أن يذكر أثمانا مختلفة باختلاف الآجال، مثل أن يقول: أبيعه إلى شهر بعشرة، وإلى شهرين باثني عشر مثلا؟ لم أر في ذلك تصريحا من الفقهاء، وقياس قولهم السابق أن يجوز ذلك أيضا؛ لأنه إذا جاز اختلاف الأثمان على أساس كونها نقدا أو نسيئة، جاز اختلافها على أساس آجال مختلفة، لأنه لا فارق بين الصورتين. ولكن اختلاف الأثمان هذا إنما يجيز ذكرها عند المساومة، وأما عقد البيع فلا يصح، إلا إذا اتفق الفريقان على أجل معلوم وثمن معلوم، فلا بد من الجزم بأحد الشقوق المذكورة في المساومة. فلو قال البائع مثلا: إن أديت الثمن بعد شهر، فالبضاعة بعشرة، وإن أديته بعد شهرين، فهو باثني عشر، وإن أديته بعد ثلاثة أشهر، فهو بأربعة عشر، وافترقا على ذلك بدون تعيين أحد هذه الشقوق، زعما من المشتري أنه سوف يختار منها ما يلائمه في المستقبل، فإن هذا البيع حرام بالإجماع. ويجب على العاقدين أن يعقداه من جديد بتعيين أحد الشقوق واضحا.

٢- إنما الجائز زيادة في الثمن، لا تقاضي الفائدة:

ومما يجب التنبيه عليه هنا: أن ما ذكر من جواز هذا البيع إنما هو منصرف إلى زيادة في الثمن نفسه، أما ما يفعله بعض الناس من تحديد ثمن البضاعة على أساس سعر النقد، وذكر القدر الزائد على أساس أنه جزء من فوائد التأخير في الأداء، فإنه ربا صراح، وهذا مثل أن يقول البائع: بعتك هذه البضاعة بثماني ربيات نقدا، فإن تأخرت في الأداء إلى

مدة شهر، فعليك ربيتان علاوة على الثمانية، سواء سماها فائدة) أو لا، فإنه لا شك في كونه معاملة ربوية، لأن ثمن البضاعة إنما تقرر كونه ثمانية، وصارت هذه الثمانية دينا في ذمة المشتري، فما يتقاضى عليه البائع من الزيادة فإنه ربا لا غير.

والفرق العملي بين الصورتين: أن ما تصور كونه ثمنا في الصورة الأولى، صار ثمنا باتا بعد جزم الفريقين بأحد الشقوق، ولا يزيد هذا الثمن بعد تمام البيع ولا ينقص باختلاف أحوال المشتري في الأداء فلو كان المشتري اشترى البضاعة بعشرة على أنه سيؤدي الثمن بعد شهر، ولكنه لم يتمكن من الأداء إلا بعد شهرين، فإن الثمن يبقى عشرة كما هو، ولا يزيد بزيادة مدة الأداء الفعلي، وأما في الصورة الثانية، فالثمن ثمانية، وما يزيد عليه فائدة تطالب من أجل التأخير في الأداء، فلا تزال تزيد الفائدة كلما يطول التأخير، فتصير ربيتين في شهر، وأربع ربيات في شهرين، وهكذا، فالصورة الأولى نوع من أنواع البيع الحلال، والصورة الثانية داخلة في الربا المحرم شرعا.

(أحكام البيع بالتقسيط)

۲: درر الحكام شرح مجلة الأحكام:

[الْفَصْلُ الثَّانِي فِي بَيَانِ الْمَسَائِلِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْبَيْعِ بِالنَّسِيئَةِ وَالتَّأْجِيلِ]:

الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍّ هُوَ الْأَصْلُ وَالْبَيْعُ عَلَى أَنْ يَكُونَ الثَّمَنُ مُؤَجَّلًا خِلَافَ الْأَصْلِ (رَدُّ الْمُحْتَارِ) فَلِذَلِكَ يَجِبُ عَلَى مَنْ يَدَّعِي تَأْجِيلَ الثَّمَنِ إثْبَاتُ مُدَّعَاهُ فَإِنْ عَجَزَ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ مَعَ يَمِينِهِ أَنَّهُ لَمْ يَبِعْ عَلَى كَوْنِ الثَّمَنِ مُؤَجَّلًا.

وَجَوَازُ الْبَيْعِ عَلَى تَأْجِيلِ الثَّمَنِ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَمَّا الْكِتَابُ فَقَوْلُهُ تَعَالَى {وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ} [البقرة: ٢٧٥] فَإِنَّ الْبَيْعَ وَرَدَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ مُطْلَقًا يَشْمَلُ الْبَيْعَ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَالْبَيْعَ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ فَتَكُونُ الْآيَةُ دَلِيلًا عَلَى جَوَازِ الْبَيْعِ سَوَاءٌ الثَّمَنُ حَالًّا أَمْ مُؤَجَّلًا، وَأَمَّا السُّنَّةُ فَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ «اشْتَرَى مَالًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ وَرَهَنَ فِي ذَلِكَ دِرْعَهُ» زَيْلَعِيٌّ.

(الْمَادَّةُ ٢٤٥) الْبَيْعُ مَعَ تَأْجِيلِ الثَّمَنِ وَتَقْسِيطِهِ:

(الْمَادَّةُ ٢٤٥) الْبَيْعُ مَعَ تَأْجِيلِ الثَّمَنِ وَتَقْسِيطِهِ صَحِيحٌ يُصْبِحُ الْبَيْعُ بِتَأْجِيلِ الثَّمَنِ وَتَقْسِيطِهِ بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ:

أَوَّلًا: بِخِلَافِ جِنْسِهِ.

وَثَانِيًا: أَنْ يَكُونَ دَيْنًا لَا عَيْنًا لَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يُطَالِبَ بِالثَّمَنِ قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ.

وَيُفْهَمُ مِنْ إِطْلَاقِ هَذِهِ الْمَادَّةِ أَنَّ الْبَيْعَ مَعَ التَّأْجِيلِ صَحِيحٌ لَوْ كَانَ الْأَجَلُ عِشْرِينَ سَنَةً أَوْ خَمْسِينَ سَنَةً أَوْ مِائَةً وَخَمْسِينَ أَوْ إِلَى أَمَدٍ لَا يُمْكِنُ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمُتَبَايِعَانِ فِي قَيْدِ الْحَيَاةِ إِلَّا أَنَّ الْأَجَلَ يَبْطُلُ بِمَوْتِ الْمَدِينِ وَيَجِبُ أَدَاءُ الدَّيْنِ مِنْ التَّرِكَةِ فَوْرًا.

أَمَّا الْمَبِيعُ أَوِ الثَّمَنُ الَّذِي يَكُونُ عَيْنًا فَفَاسِدٌ وَلَوْ كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا. مِثَالُ ذَلِكَ: كَمَا لَوْ قَالَ الْبَائِعُ بِعْت بَغْلَتِي هَذِهِ بِخَمْسِ كَيْلَاتِ حِنْطَةٍ عَلَى أَنْ تَكُونَ مُؤَجَّلَةً شَهْرًا فَقَبِلَ الْمُشْتَرِي فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ (دُرُّ الْمُخْتَارِ رَدُّ الْمُحْتَارِ، زَيْلَعِيٌّ)؛ لِأَنَّ الْمَقْصِدَ مِنْ التَّأْجِيلِ أَنْ يَتَصَرَّفَ الْمُشْتَرِي بِالْمَبِيعِ وَيَكْسِبَ فَيُؤَدِّيَ الثَّمَنَ إِلَى الْبَائِعِ لَكِنْ إِذَا كَانَ الثَّمَنُ عَيْنًا فَالْمُشْتَرِي مُلْزَمٌ بِأَنْ يُسَلِّمَهُ إِلَى بَائِعِهِ فَلَا يَكُونُ فَائِدَةٌ مِنْ هَذَا التَّأْجِيلِ وَكَذَلِكَ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِتَأْجِيلِ الثَّمَنِ فِي مُبَادَلَةِ الْأَمْوَالِ الرِّبَوِيَّةِ بِجِنْسِهَا.

وَكَمَا أَنَّهُ يَجُوزُ تَأْجِيلُ الثَّمَنِ وَتَقْسِيطُهُ حِينَ عَقْدِ الْبَيْعِ كَذَلِكَ يَجُوزُ تَأْجِيلُهُ وَتَقْسِيطُهُ بَعْدَ الْعَقْدِ وَيُصْبِحُ الْأَجَلُ لَازِمًا وَعَلَى هَذَا إِذَا بَاعَ إِنْسَانٌ مِنْ آخَرَ مَالًا عَلَى أَنْ يَدْفَعَ الثَّمَنَ مُعَجَّلًا ثُمَّ أَجَّلَ الْبَائِعُ الثَّمَنَ بَعْدَ الْبَيْعِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ أَصْبَحَ التَّأْجِيلُ لَازِمًا (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٢٤٨).

وَالْمَادَّةُ الْآتِيَةُ (٢٤٨) مِثَالٌ لِهَذِهِ الْمَادَّةِ فَكَانَ اللَّازِمُ أَنْ تُجْعَلَ مِثَالًا لَهَا لَا أَنْ تُجْعَلَ مَادَّةً مُنْفَرِدَةً.

[(الْمَادَّةُ ٢٤٦) كون الْمُدَّةُ مَعْلُومَةً فِي الْبَيْعِ بِالتَّأْجِيلِ وَالتَّقْسِيطِ]:

(الْمَادَّةُ ٢٤٦) يَلْزَمُ أَنْ تَكُونَ الْمُدَّةُ مَعْلُومَةً فِي الْبَيْعِ بِالتَّأْجِيلِ وَالتَّقْسِيطِ الْأَجَلُ يَتَعَيَّنُ بِكَذَا سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ إِلَى الشَّهْرِ الْفُلَانِيِّ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ فَإِذَا عُقِدَ الْبَيْعُ عَلَى أَجَلٍ مَجْهُولٍ فَسَدَ الْبَيْعُ؛ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَجْهُولًا فَالْبَائِعُ يَطْلُبُ الثَّمَنَ بَعْدَ مُدَّةٍ وَجِيزَةٍ وَيَمْتَنِعُ الْمُشْتَرِي فَيَكُونُ حُصُولُ النِّزَاعِ مِنْ الْمُتَوَقَّعِ بِسَبَبِ جَهَالَةِ الْأَجَلِ (مَجْمَعُ الْأَنْهُرِ) وَإِذَا بَاعَ إِنْسَانٌ مَالَهُ فِي شَهْرِ رَجَبٍ وَشَرَطَ فِي عَقْدِ الْبَيْعِ كَوْنَ الثَّمَنِ مُؤَجَّلًا إِلَى شَهْرِ رَجَبٍ انْصَرَفَ ذَلِكَ إِلَى رَجَبٍ الْآتِي (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٦٠) أَمَّا إِذَا بِيعَ الْمَالُ فِي رَجَبٍ وَأُجِّلَ الثَّمَنُ فَإِنَّ الْأَجَلَ يَنْصَرِفُ إِلَى رَجَبٍ الَّذِي وَقَعَ فِيهِ الْعَقْدُ.

وَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ الثَّمَنُ مَعْلُومًا عِنْدَ الْعَاقِدَيْنِ وَإِذَا كَانَ مَعْلُومًا عِنْدَ أَحَدِهِمَا وَمَجْهُولًا عِنْدَ الْآخَرِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ أَيْضًا وَإِذَا بَاعَ إِنْسَانٌ مَالًا مِنْ آخَرَ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ لِمُضِيِّ ثَلَاثِ سِنِينَ بِثَلَاثَةِ آلَافِ قِرْشٍ عَلَى أَنْ يَدْفَعَ كُلَّ سَنَةٍ أَلْفَ قِرْشٍ فَالْقِسْطُ يَحِلُّ بِدُخُولِ السَّنَةِ لَا بِخُرُوجِهَا (صُرَّةُ الْفَتَاوَى رَدُّ الْمُحْتَارِ).

[(الْمَادَّةُ ٢٤٧) إِذَا عُقِدَ الْبَيْعُ عَلَى تَأْجِيلِ الثَّمَنِ إِلَى كَذَا]:

(الْمَادَّةُ ٢٤٧) إِذَا عُقِدَ الْبَيْعُ عَلَى تَأْجِيلِ الثَّمَنِ إِلَى كَذَا يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً أَوْ إِلَى وَقْتٍ مَعْلُومٍ عِنْدَ الْعَاقِدَيْنِ كَيَوْمِ قَاسِمَ أَوْ النَّيْرُوزَ صَحَّ الْبَيْعُ. يَعْنِي أَنَّ التَّأْجِيلَ إِذَا كَانَ بِالْأَيَّامِ أَوْ الشُّهُورِ أَوْ السِّنِينَ أَوْ بِطَرِيقٍ آخَرَ فَهُوَ صَحِيحٌ مَا دَامَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا (بَحْرٌ) وَعَلَى هَذَا إِذَا بَاعَ إِنْسَانٌ مِنْ آخَرَ مَتَاعًا وَهُوَ صَحِيحٌ وَسَلَّمَهُ إِلَيْهِ ثُمَّ تُوُفِّيَ فَلَيْسَ لِوَرَثَتِهِ أَنْ يَأْخُذُوا الثَّمَنَ مِنْ الْمُشْتَرِي قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ الَّذِي هُوَ حَقُّ الْمَدِينِ لَا يَبْطُلُ بِوَفَاةِ الدَّائِنِ عَلِيٌّ أَفَنْدِي وَهَذِهِ الْمَادَّةُ فَرْعٌ لِلْمَادَّةِ ٢٤٥.

[(الْمَادَّةُ ٢٤٨) تَأْجِيلُ الثَّمَنِ إِلَى مُدَّةٍ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ كَإِمْطَارِ السَّمَاءِ]:

(الْمَادَّةُ ٢٤٨) تَأْجِيلُ الثَّمَنِ إِلَى مُدَّةٍ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ كَإِمْطَارِ السَّمَاءِ يَكُونُ مُفْسِدًا لِلْبَيْعِ.

وَكَذَلِكَ تَأْجِيلُ الثَّمَنِ إِلَى هُبُوبِ الرِّيحِ أَوْ مَقْدَمِ الْحَاجِّ أَوْ إِلَى الْبَيْدَرِ أَوْ الْحَصَادِ أَوْ الْقِطَافِ أَوْ جَزِّ صُوفِ الْغَنَمِ وَسَوَاءٌ أَكَانَ الْأَجَلُ يَجْهَلُهُ الْعَاقِدَانِ جَهَالَةً يَسِيرَةً أَمْ فَاحِشَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَالْجَهَالَةُ الْيَسِيرَةُ فِي الْأَجَلِ كَمَا إِذَا كَانَ حُلُولُ الْأَجَلِ مُحَقَّقًا إِلَّا أَنَّهُ يَقَعُ أَحْيَانًا فِي وَقْتٍ أَقْرَبَ وَأَحْيَانًا فِي وَقْتٍ أَبْعَدَ كَالْحَصَادِ وَالْجَهَالَةُ الْفَاحِشَةُ أَنْ يَكُونَ وُقُوعُهُ مَجْهُولًا كَنُزُولِ الْمَطَرِ وَهُبُوبِ الرِّيحِ وَسَوَاءٌ أَكَانَتْ الْجَهَالَةُ فِي أَجَلِ كُلِّ الثَّمَنِ أَمْ بَعْضِهِ فَالْحُكْمُ وَاحِدٌ يَعْنِي أَنَّهُ يُفْسِدُ الْبَيْعَ....

وَالْمَسَائِلُ الَّتِي تَتَّحِدُ فِيهَا أَحْكَامُ الْجَهَالَةِ الْيَسِيرَةِ وَالْجَهَالَةِ الْفَاحِشَةِ أَوْ تَخْتَلِفُ إِذَا أُسْقِطَ فِيهَا الْأَجَلُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ انْقَلَبَ الْبَيْعُ إِلَى الصِّحَّةِ سَوَاءٌ أَكَانَتْ الْجَهَالَةُ يَسِيرَةً أَمْ فَاحِشَةً أَمَّا إِذَا أُسْقِطَ الْأَجَلُ بَعْدَ الْمَجْلِسِ فَلَا يَنْقَلِبُ الْبَيْعُ صَحِيحًا إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَجْهُولًا جَهَالَةً يَسِيرَةً وَبِعِبَارَةٍ: إِذَا بَاعَ إِنْسَانٌ مَالًا بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ أَجَلًا مَجْهُولًا جَهَالَةً يَسِيرَةً فَإِذَا أَسْقَطَ الْمُشْتَرِي الْأَجَلَ سَوَاءٌ أَكَانَ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ أَمْ غَيْرِهِ قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ وَفَسَخَ الْبَيْعَ يَنْقَلِبُ الْبَيْعُ إِلَى الصِّحَّةِ (انْظُرْ الْمَادَّةَ ٢٤)....

الْمَادَّةِ (١٨٩) تَفْصِيلَاتٌ فِي تَأْجِيلِ الدُّيُونِ:

إنَّ التَّأْجِيلَ يَكُونُ تَارَةً مُطْلَقًا كَقَوْلِ الدَّائِنِ لِمَدِينِهِ: قَدْ أَجَّلْت مَا لِي فِي ذِمَّتِك مِنْ الدَّيْنِ إلَى سَنَةٍ فَهَذَا التَّأْجِيلُ صَحِيحٌ فِي غَيْرِ الْقَرْضِ وَالْأَجَلُ لَازِمٌ فِي حَقِّ الدَّائِنِ (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ١٥)، وَتَارَةً يَكُونُ مُقَيَّدًا بِشَرْطٍ كَأَنْ يَقُولَ الدَّائِنُ لِلْمَدِينِ الَّذِي لَهُ فِي ذِمَّتِهِ أَلْفُ قِرْشٍ مُعَجَّلَةٌ: إذَا أَدَّيْتنِي غَدًا خَمْسَمِائَةِ قِرْشٍ فَقَدْ أَجَّلْت الْبَاقِيَ إلَى سَنَةٍ فَإِذَا دَفَعَ الْمَدِينُ الْخَمْسَمِائَةِ قِرْشٍ فِي الْغَدِ صَارَ الْبَاقِي مُؤَجَّلًا إلَى سَنَةٍ (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٨٢). كَمَا أَنَّهُ إذَا كَانَ لِإِنْسَانٍ عَلَى آخَرَ أَلْفُ ثَمَنٍ جَعَلَهُ أَقْسَاطًا إنْ أَخَلَّ بِقِسْطٍ حَلَّ الْبَاقِي فَالْأَمْرُ كَمَا اُشْتُرِطَ وَعَلَى هَذَا إذَا لَمْ يَفِ الْمَدِينُ بِالشَّرْطِ تَحَوَّلَ بَاقِي الدَّيْنِ مُعَجَّلًا (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٨٣) أَمَّا إذَا كَانَ لَهُ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ الْمَبِيعِ فَقَالَ لِلْمَدِينِ ادْفَعْ إلَيَّ كُلَّ شَهْرٍ أَوْ سَنَةٍ مِائَةً فَلَيْسَ بِتَأْجِيلٍ؛ لِأَنَّ مُجَرَّدَ الْأَمْرِ بِذَلِكَ لَا يَسْتَلْزِمُ التَّأْجِيلَ.

سُقُوطُ الْأَجَلِ وَعَوْدَتُهُ: إذَا قَالَ الْمَدِينُ: أَبْطَلْت الْأَجَلَ أَوْ تَرَكْته أَصْبَحَ الْأَجَلُ مُعَجَّلًا (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ١٢٦٢) أَمَّا إذَا قَالَ الْمَدِينُ: لَا أُرِيدُ الْأَجَلَ فَلَا يَكُونُ بِذَلِكَ قَدْ أَسْقَطَ الْأَجَلَ وَإِذَا أَدَّى الْمَدِينُ الدَّيْنَ قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ أَوْ ظَهَرَ أَنَّ النُّقُودَ الَّتِي قَبَضَهَا الدَّائِنُ مِنْ الْمَدِينِ مُزَيَّفَةٌ فَرَدَّهَا إلَى الْمَدِينِ أَوْ أَنَّ مَا تَسَلَّمَهُ مَعِيبٌ فَرَدَّهُ إلَى الْمَدِينِ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ فَالْأَجَلُ يَعُودُ (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٥٢) وَإِذَا شَرَى الدَّائِنُ مِنْ مَدِينِهِ مَالًا بِالدَّيْنِ الَّذِي عَلَيْهِ ثُمَّ تَقَايَلَا الْبَيْعَ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَا يَعُودُ الْأَجَلُ (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٥١)؛ لِأَنَّهُ كَمَا فُصِّلَ فِي الْمَادَّةِ (١٩٦) أَنَّ الْإِقَالَةَ إذَا لَمْ تَكُنْ مِنْ مُوجِبَاتِ الْعَقْدِ بَلْ تَثْبُتُ بِشَرْطٍ زَائِدٍ فَهِيَ فِي حَقِّ الْعَاقِدَيْنِ شَرْطٌ جَدِيدٌ كَمَا أَنَّهُ بِوَفَاةِ الْمَدِينِ كَالْمُشْتَرِي مَثَلًا يَبْطُلُ الْأَجَلُ وَالثَّمَنُ يُسْتَوْفَى حَالًّا مِنْ تَرِكَةِ الْمُشْتَرِي. أَمَّا بِوَفَاةِ الدَّائِنِ فَلَا يَبْطُلُ الْأَجَلُ وَعَلَى هَذَا لَيْسَ لِوَرَثَةِ الْبَائِعِ أَوْ لِأَمِينِ بَيْتِ الْمَالِ إذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ أَنْ يَطْلُبَ الثَّمَنَ مِنْ الْمُشْتَرِي أَوْ مِنْ الْمَدِينِ قَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ.

التَّأْجِيلُ غَيْرُ الصَّحِيحِ: إنَّ التَّأْجِيلَ بَعْدَ وَفَاةِ الْمَدِينِ غَيْرُ صَحِيحٍ أَيْ لَا حُكْمَ لِذَلِكَ التَّأْجِيلِ فَالدَّائِنُ بَعْدَ هَذَا التَّأَجُّلِ وَقَبْلَ حُلُولِ الْأَجَلِ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مَطْلُوبَهُ مِنْ تَرِكَةِ الْمَدِينِ؛ لِأَنَّ فَائِدَةَ التَّأْجِيلِ أَنْ يَشْتَغِلَ الْمَدِينُ وَيَتَّجِرَ وَيُوَفِّيَ الدَّيْنَ مِنْ نَمَاءِ مَالِهِ فَإِذَا مَاتَ

لَمْ تَبْقَ لِلتَّأْجِيلِ فَائِدَةٌ وَيَكُونُ الْمَالُ الْمَتْرُوكُ مُتَعَيِّنًا لِقَضَاءِ الدَّيْنِ (رَدُّ الْمُحْتَارِ. بَزَّازِيَّة. عَلِيّ أَفَنْدِي) .

[(الْمَادَّةُ ٢٤٩) بَاعَ نَسِيئَةً بِدُونِ مُدَّةٍ]:

(الْمَادَّةُ ٢٤٩) إِذَا بَاعَ نَسِيئَةً بِدُونِ مُدَّةٍ تَنْصَرِفُ إِلَى شَهْرٍ وَاحِدٍ فَقَطْ. هَذَا هُوَ الْقَوْلُ الْمُفْتَى بِهِ وَذَلِكَ كَمَا إِذَا قَالَ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي بِعْتُك مَالِي هَذَا بِكَذَا قِرْشًا وَأَجَّلْت الثَّمَنَ فَقَالَ الْبَائِعُ اشْتَرَيْت فَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَطْلُبَ الثَّمَنَ مِنْ الْمُشْتَرِي قَبْلَ تَمَامِ شَهْرٍ لِأَنَّ الْأَجَلَ الْمَعْهُودَ فِي السَّلَمِ وَالْيَمِينَ عَلَى دَفْعِ الدَّيْنِ آجِلًا شَهْرًا وَاحِدٌ فَإِذًا يَنْصَرِفُ التَّأْجِيلُ إِلَى شَهْرٍ وَاحِدٍ وَهَهُنَا اعْتِرَاضٌ وَارِدٌ عَلَى هَذِهِ الْمَادَّةِ وَذَلِكَ أَنْ يُشْتَرَطَ فِي صِحَّةِ أَنْ يَكُونَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا حَسَبَ الْمَادَّتَيْنِ (٢٤٦ و ٢٤٨) وَالْبَيْعُ هَهُنَا مُؤَجَّلٌ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ لِلْأَجَلِ فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فَاسِدًا (رَدُّ الْمُحْتَارِ) وَالْجَوَابُ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ الْبَيْعَ بِالتَّأْجِيلِ مَعْهُودٌ، انْصِرَافُ التَّأْجِيلِ فِيهِ إِلَى شَهْرٍ وَاحِدٍ فَكَأَنَّمَا صَرَّحَ بِذَلِكَ فَلَيْسَ فِي التَّأْجِيلِ جَهَالَةٌ.

[(الْمَادَّةُ ٢٥٠) تُعْتَبَرُ ابْتِدَاءُ مُدَّةِ الْأَجَلِ وَالْقِسْطِ فِي عَقْدِ الْبَيْعِ مِنْ وَقْتِ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ]:

(الْمَادَّةُ ٢٥٠) تُعْتَبَرُ ابْتِدَاءُ مُدَّةِ الْأَجَلِ وَالْقِسْطِ الْمَذْكُورَيْنِ فِي عَقْدِ الْبَيْعِ مِنْ وَقْتِ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ مَثَلًا لَوْ بِيعَ مَتَاعٌ عَلَى أَنَّ ثَمَنَهُ مُؤَجَّلٌ إِلَى سَنَةٍ فَحَبَسَهُ الْبَائِعُ عِنْدَهُ سَنَةً ثُمَّ سَلَّمَهُ لِلْمُشْتَرِي اُعْتُبِرَ أَوَّلُ السَّنَةِ الَّتِي هِيَ الْأَجَلُ مِنْ يَوْمِ التَّسْلِيمِ فَلَيْسَ لِلْبَائِعِ حِينَئِذٍ أَنْ يُطَالِبَهُ بِالثَّمَنِ إِلَى مُضِيِّ سَنَةٍ مِنْ وَقْتِ التَّسْلِيمِ وَسَنَتَيْنِ مِنْ حِينِ الْعَقْدِ. هَذَا يَكُونُ:

أَوَّلًا: إِذَا لَمْ يُخَصَّصْ الْأَجَلُ بِوَقْتٍ مَخْصُوصٍ.

ثَانِيًا: إِذَا كَانَ عَدَمُ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ نَاشِئًا عَنْ حَبْسِ الْبَائِعِ لِلْمَبِيعِ وَمَنْعِهِ.

ثَالِثًا: إِذَا كَانَ الْبَيْعُ لَازِمًا أَيْ لَيْسَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ فَإِذَا وُجِدَتْ هَذِهِ الشُّرُوطُ الثَّلَاثَةُ ابْتِدَاءَ مُدَّةَ الْأَجَلِ مُنْذُ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ لِأَنَّ فَائِدَةَ التَّأْجِيلِ تَسْهِيلُ التَّصَرُّفِ فِي الْمَبِيعِ لِلْمُشْتَرِي لِيُؤَدِّيَ الثَّمَنَ مِنْ رِبْحِهِ فَلِلْحُصُولِ عَلَى هَذِهِ الْفَائِدَةِ يَجِبُ اعْتِبَارُ مُدَّةِ الْأَجَلِ مُنْذُ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ.

إِيضَاحُ الْقُيُولَةِ: وَإِنَّمَا قِيلَ: إِذَا كَانَ الْأَجَلُ غَيْرَ مُخَصَّصٍ بِوَقْتٍ. لِأَنَّ مُدَّةَ التَّأْجِيلِ إِذَا خُصِّصَتْ بِوَقْتٍ مَخْصُوصٍ كَأَنْ يُقَالَ: إِنَّ الْأَجَلَ هُوَ سَنَةَ ١٣٣١ إِلَى شَهْرِ رَجَبٍ وَكَانَ الْأَجَلُ مُخَصَّصًا عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَحَبَسَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ فِي يَدِهِ سَنَةً ثُمَّ سَلَّمَهُ إِلَى الْمُشْتَرِي بَعْدَئِذٍ

فَلَيْسَ لِلْمُشْتَرِي أَنْ يُؤَخِّرَ دَفْعَ الثَّمَنِ سَنَةً أُخْرَى اعْتِبَارًا مِنْ تَارِيخِ التَّسْلِيمِ بَلْ عَلَيْهِ أَدَاءُ الثَّمَنِ إلَى الْبَائِعِ فَوْرًا (طَحَاوِيّ) .

وَعَلَى هَذَا إذَا بَاعَ إنْسَانٌ مَالًا عَلَى أَنْ يَكُونَ الثَّمَنُ مُؤَجَّلًا إلَى شَهْرِ رَجَبٍ أَوْ شَهْرِ شَعْبَانَ أَوْ إلَى عِيدِ الْأَضْحَى فَحَبَسَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ فِي يَدِهِ إلَى شَهْرِ رَجَبٍ أَوْ شَهْرِ شَعْبَانَ أَوْ عِيدِ الْأَضْحَى فَلَيْسَ لِلْمُشْتَرِي أَجَلٌ خِلَافَهُ لِأَنَّ تَعَيُّنَ الْأَجَلِ بِمُدَّةٍ مَخْصُوصَةٍ تَعَيُّنٌ لِحَقِّ الْمُشْتَرِي فِي ذَلِكَ الْأَجَلِ وَلَا يَثْبُتُ هَذَا الْحَقُّ فِي مُدَّةٍ أُخْرَى. وَإِنَّمَا قِيلَ: إذَا كَانَ عَدَمُ التَّسْلِيمِ نَاشِئًا عَنْ مَنْعِ الْبَائِعِ. لِأَنَّهُ إذَا بَقِيَ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْبَائِعِ بِغَيْرِ سَبَبِ امْتِنَاعِ الْبَائِعِ عَنْ التَّسْلِيمِ بَلْ كَانَ نَاشِئًا عَنْ عَدَمِ طَلَبِ الْمُشْتَرِي تَسَلُّمَهُ فَالْأَجَلُ عَلَى كُلِّ حَالٍ يُعْتَبَرُ مُنْذُ وَقْتِ الْبَيْعِ لَا التَّسْلِيمِ (رَدُّ الْمُحْتَارِ) لِأَنَّ الْقُصُورَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ مِنْ الْمُشْتَرِي لَا الْبَائِعِ وَإِلَى هَذَا أَشَارَتْ الْمَجَلَّةُ فِي مِثَالِهِ بِلَفْظَةِ (حَبَسَ). وَإِنَّمَا اُشْتُرِطَ أَنْ يَكُونَ الْبَيْعُ لَازِمًا لِأَنَّهُ إذَا كَانَ أَحَدُ الطَّرَفَيْنِ مُخَيَّرًا بِخِيَارِ الشَّرْطِ أَوْ كَانَ الِاثْنَانِ مُخَيَّرَيْنِ فَإِنْ كَانَ الْأَجَلُ مُطْلَقًا ابْتَدَأَ الْأَجَلُ الْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ مِنْ سُقُوطِ الْخِيَارِ وَلُزُومِ الْبَيْعِ أَمَّا فِي خِيَارِ الرُّؤْيَةِ فَالْأَجَلُ يُعْتَبَرُ مِنْ تَارِيخِ الْعَقْدِ.

[(الْمَادَّةُ ٢٥١) الْمَبِيعُ الْمُطْلَقُ يَنْعَقِدُ مُعَجَّلًا]:

(الْمَادَّةُ ٢٥١) الْمَبِيعُ الْمُطْلَقُ يَنْعَقِدُ مُعَجَّلًا أَمَّا إذَا جَرَى الْعُرْفُ فِي مَحَلٍّ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْبَيْعُ الْمُطْلَقُ مُؤَجَّلًا أَوْ مُقَسَّطًا بِأَجَلٍ مَعْلُومٍ يَنْصَرِفُ الْبَيْعُ الْمُطْلَقُ إلَى ذَلِكَ الْأَجَلِ. مَثَلًا لَوْ اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ السُّوقِ شَيْئًا بِدُونِ أَنْ يُذْكَرَ تَعْجِيلُ الثَّمَنِ وَلَا تَأْجِيلُهُ لَزِمَ عَلَيْهِ أَدَاءُ الثَّمَنِ فِي الْحَالِ أَمَّا إذَا كَانَ جَرَى الْعُرْفُ وَالْعَادَةُ فِي ذَلِكَ الْمَحَلِّ بِإِعْطَاءِ جَمِيعِ الثَّمَنِ أَوْ بَعْضٍ مُعَيَّنٍ مِنْهُ بَعْدَ أُسْبُوعٍ أَوْ شَهْرٍ لَزِمَ اتِّبَاعُ الْعَادَةِ وَالْعُرْفِ فِي ذَلِكَ إذَا كَانَ الْبَيْعُ مُطْلَقًا أَيْ لَمْ يُذْكَرْ فِيهِ تَأْجِيلُ الثَّمَنِ أَوْ تَعْجِيلُهُ فَالْبَيْعُ يَنْعَقِدُ عَلَى أَنَّ الثَّمَنَ مُعَجَّلٌ لِأَنَّ مُقْتَضَى الْبَيْعِ أَنْ يَكُونَ الثَّمَنُ مُعَجَّلًا وَإِنَّمَا يَثْبُتُ الْأَجَلُ بِالشَّرْطِ أَمَّا إذَا كَانَ الْعُرْفُ فِي بَلَدٍ تَأْجِيلَ الثَّمَنِ إلَى وَقْتٍ مَعْلُومٍ فَالْبَيْعُ يَنْصَرِفُ إلَى ذَلِكَ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ عُرْفًا كَالْمَشْرُوطِ شَرْطًا (اُنْظُرْ الْمَوَادَّ ٤٦ و ٤٤ و ٥٤) . الِاخْتِلَافُ فِي التَّأْجِيلِ وَالْأَجَلِ: وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَعَاقِدَانِ فِي تَأْجِيلِ الثَّمَنِ فَقَالَ الْبَائِعُ إنَّهُ مُعَجَّلٌ وَقَالَ الْمُشْتَرِي أَنَّهُ مُؤَجَّلٌ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْأَجَلِ (اُنْظُرْ الْمَادَّةَ - ٩) وَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُشْتَرِي لِأَنَّ دَعْوَاهُ خِلَافُ

الظَّاهِرِ وَالْبَيِّنَةُ شُرِعَتْ لِإِثْبَاتِ خِلَافِ الظَّاهِرِ (أُنْظُرْ الْمَادَّةَ - ٧٧) أَمَّا فِي بَيْعِ السَّلَمِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الْأَجَلِ لِأَنَّ نَافِي الْأَجَلِ مُدَّعٍ لِفَسَادِ بَيْعِ السَّلَمِ، وَمُدَّعِي الْأَجَلِ مُدَّعٍ لِصِحَّةِ السَّلَمِ فَكَانَ الْقَوْلُ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ، وَإِذَا كَانَ الْخِلَافُ فِي مِقْدَارِ الْأَجَلِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الْأَقَلِّ لِأَنَّهُ يَكُونُ مُنْكِرًا لِلزِّيَادَةِ (أُنْظُرْ الْمَادَّةَ ٧٦).

(العبارات كلها مأخوذ من المكتبة الشاملة)

مبین الرحمٰن

بروزِ جمعہ 28 ستمبر 2018

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

03362579499